امام صاحب کا کرکے بِسْمِ اللّٰہِ کو نہ پڑھے تو اس صورت مین ظاہر الکذب روایت لازم آوے گا کیونکہ تمام سورہ پڑھنے مین تو اقتدا امام قرارت کی گئی فقط بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے مین اقتدا امام صاحب کیجاوے گی کچھ عجب نہین کہ آپ کے فتوے مین ناقل کی وجہ سے کچھ غلطی واقع ہوگئی ہو جسکی وجہ سے یہ چند شبہے مجھے پیدا ہوئے ورنہ بیشک میری خطافہمی کی وجہ سے یہ شبہے پیدا ہوئے آپ ہر ایک کا جواب مفصل ارقام فرما دین۔

اس سوال کا جواب جو حضرت مرحوم نے ارقام فرمایا اوسکا ترجمہ یہ ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ٥

امابعد مستفتا آپکا استفتا مکرر متعلق بعض کلمات قرآنی آیا اسکے جواب سے پہلے چند مقدمات لکھتا ہون اونکو مدنظر رکھنے سے جواب خوب سمجھ مین آجاویگا **مقدمہ اول** صحابہ کرام کے بعد کے طبقہ مین جب مفسدان زمانہ نے ہزار ون حدیثین موضوع بناکے دین محمدی مین داخل کرکے طریق شریعت کو ایسا درہم برہم اور خلط ملط کردیا کہ حق کا باطل سے اور سنت کا بدعت سے متمیز ہونا دشوار ہوگیا تو ارباب تحقیق اور متحابن سنت نبوی کو از حد رنج ہوا اور اونھون نے سنت کو بدعت سے اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی بہت سی تدبیرین سوچین اور نکالین اور ہر شخص نے ایسے ایسے مضبوط قواعد نکالے کہ جنپر عمل کرنیسے خود بخود حق باطل سے اور سنت بدعت سے متمیز ہوجاوے اور دشمنان دین کا فتنہ و فساد مٹ جاوے اون ہی قواعد کا نام اصول فقہ اور اونکے اختیار کرنے کا نام مذہب ہے اور اونکے باندھنے والے مجتہد مطلق ہین جیسے امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ اور امام مالکؒ وغیرہم پھر جسنے طریقہ نجات مستخرجہ امام ابوحنیفہؒ کا اختیار کیا وہ حنفی ہوگیا اور جس نے امام شافعیؒ کا نکالا ہوا طریقہ اختیار کیا وہ شافعی ہوگیا علی ہذا القیاس تمام ائمہ اہل سنت مین سے جنھون نے ایسا طریقہ نکالا وہ سب صاحب مذہب اور مجتہد مطلق ہوگئے گو اونمین سے چار مشہور رہگئے اور باقی متروک اور مندرس ہوگئے آپ جسنے طریقہ نجات مین اور قرآن اور حدیث پر عمل کرنے مین اور اون سے مسائل استخراج کرنے مین امام ابوحنیفہؒ کا طریقہ اختیار کیا وہ حنفی ہوگیا۔

اور جسنے امام شافعیؒ کا طریقہ اختیار کا وہ شافعی ہوگیا اور اسی طرح مالکیؒ وحنبلیؒ وغیرہ اب جبتک وہ شخص
مثلاً حنفی استخراج مسائل میں اصول امام ابوحنیفہؒ کو پکڑے رہے گا حنفیت سے خارج نہین ہونے کا گو بعض مسائل مین
مخالفت امام ابوحنیفہؒ کی لازم آجاوے مانند صاحبینؒ و زفرؒ وغیرہم کے کہ باوجود اس امر کے کہ صدہا
مسائل مین یہ لوگ حضرت امام صاحب سے مخالفت رکھتے ہین مگر جبتک اصول امام صاحب کو
نہین چھوڑتے حنفی ہی کہلائے جاتے ہین کیونکہ جبتک اصول مین پابندی مجتہد مطلق کی کیجاوے ـ
اوسوقت تک مسائل اجتہادیہ مین مخالفت کرنے سے مخالفت مذہب نہین لازم آتی اس بات کو خوب
یاد رکھنا چاہیے **مقدمہ دوسرا** یہ ہے کہ علم قرارت ایسا علم ہے کہ جسکا مدار بالکل نقل اور
صحت روایت پر ہے قیاس اور عقل کو اوسمین بالکل دخل نہین اور علم فقہ منصوصات اور مجتہدات
دونون سے مرکب ہے مگر اوسمین بھی مسائل منصوصہ مین کسیکی تقلید نہین اماموں کی تقلید جو ہے وہ مسائل
اجتہادیہ مین ہے اور مسائل منصوصہ مین شارع علیہ الرحمۃ کے سوا اور کسی کی تقلید نہین ہوتی لہذا ہر مسئلہ
قرارت مین سوائے نقل اور صحت روایت کے اور سند نہ ڈھونڈھنی چاہیے مسئلہ قرارت کی سند ائمہ
فقہا کے اقوال سے تلاش کرنی سخت اور فاش غلطی ہے بلکہ اوسکی سند ائمہ قرارت سے پوچھنی چاہیے
کیونکہ وہ ہر ہر حرف اور ہر ہر نقطہ اور ہر ہر حرکت اور سکون کی سند پہونچانے کے متکفل ہوئے ہین
اور نیز روایت قرآن مین ضعیفون اور بدمذہبون کی بھی گنجایش نہین اور قرآن شریف کی سند اور
روایت متواتر حضرتؐ سے اون ائمہ تک اور اون ائمہ سے ہمارے تک بواسطہ اساتذہ ثقات
پہونچی ہے پس تصحیح اور تکمیل قرآن کی قاریون اور انکے راویون سے ڈھونڈھکر صحت روایت کے بعد
اوسپر عمل کرنا چاہیے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے کہ صحت روایت کے بعد حدیث پر عمل کرنا چاہیے
نہ غیر کے قول پر اور یہ بھی مجتہدات مین ہے نہ منصوصات مین کہ جنکا مدار روایت ہی پر ہے اور اگر تسلیم بھی
کر لیا جاوے تاوقتیکہ امام ابوحنیفہؒ کا کوئی اس قسم کا قول کہ قرآن شریف کا ختم موافق قرارت سبعہ مقررہ
متواترہ کے فرادیٰ فرادیٰ نہ کرنا چاہیے نہ نماز مین نہ خارج نماز سے نہ نفل مین نہ فرض مین پیش کیا جاوے
اوسوقت تک منکر کا قول قبول نہوگا یہ بات بھی تنزلاً ہے ورنہ بیان ہو چکا ہے کہ مسائل منصوصہ مین

تقلید نہیں ہوئی ثابت ہوئی الباب یہ کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب میں نماز میں شروع فاتحہ میں تسمیہ سرًا مسنون اور غیر فاتحہ میں شروع سورہ پر مستحب ہے نہ مسنون اور کتب فقہ میں غیر نماز کی حالت میں اس سے بحث نہیں مگر قُرّا اوس سے بھی بحث کرتے ہیں اور محققین حنفیہ کے نزدیک بِسْمِ اللّٰہِ مستقل آیت ہے کہ جو سورتوں میں فاصلہ کے واسطے نازل ہوئی ہے اور اسی وجہ سے محققین حنفیہ نے اپنی کتب میں لکھا ہے کہ ختم قرآن میں ایک جگہ ضرور بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ لیوے تاکہ ختم قرآن پورا ہو جاوے ورنہ ختم ناقص رہجاوے گا **مقدمہ تیسرا** یہ ہے کہ جو کچھ بین الدفتین ہو اور مصاحف عثمانی کی رسم اوسکی محتمل ہو اور قواعد نحویہ کے موافق اور نقل صحیح اور متواتر (جو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک) ہمارے تک پہونچا ہو وہ قرآن ہے اوسمیں کسی کو کلام نہیں اور نماز اوس سے صحیح اور درست ہے اور تسمیہ پر یہ سب باتیں صادق آتی ہیں اور نیز باجماع مذاہب اربعہ نماز اور غیر نماز ہر حال میں قرارت سبعہ کے ساتھ کلام اللہ کا پڑھنا جائز ہے امام ابو حنیفہ وغیرہ کسی کو اس امر میں کلام نہیں بحکم حدیث اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ کُلُّهَا شَافٍ کَافٍ اور جو ازتخمیس فاتحہ نماز داخل نماز کی نہیں ہے اختلاف قرارت خواہ بحرکت ہوں خواہ بکلمہ خواہ بہ تبدیل کلمہ خواہ بزیادتی کلمہ خواہ بحذف کلمہ کسی طرح کا اختلاف ہو سب جائز ہیں پھر تسمیہ کو خاص نماز میں ناجائز کہنے بغیر دلیل نقلی کے جو قرآن و حدیث سے ہو کسی معتمد دینی کا قول ہرگز قبول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ تارکین خود تارکین ہیں اپنے ترک پر دلائل نقلی رکھتے ہیں اور مبسملین سے بعض تسمیہ کو جزو ہر سورہ اور آیت مستقلہ اور بعض جزو آیت اولی ہر سورہ کہتے ہیں اور سب دلائل نقلیہ متواترہ رکھتے ہیں اور با وجود ان سب امور کے بھر کہیں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ سے اس بات کی تصریح بھی نہیں آئی کہ سب قرار کے اختلاف سارے قرآن میں پڑھنے جائز ہیں مگر مبسملین کے قول کے موافق تسمیہ نہ کرنا چاہیے اور تسمیہ کا مسئلہ اجتہادی بھی نہیں جو دعوی اجتہاد ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ صحیح ہو کیونکہ منصوصات میں اجتہاد جائز نہیں لہٰذا جو کہ حضرت امام ابو حنیفہ کے مقلد مسائل اجتہادیہ میں ہیں نہ مسائل منصوصہ میں تو ہمکو اس بات کا قائل ہونا پڑا کہ ہم مسائل فقہیہ میں تو امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں کیونکہ وہ امام اور مجتہد مطلق تھے اور قرارت میں مقلد

لان البسملة من قبيل الاثبات الدال على حذف الباقين اما دليل المبسملين فرسم الصحابة
اياها في المصاحف وما روى عن ابن عباسؓ كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا انزل عليه
بسم الله الرحمن الرحيم علم ان تلك السورة قد ختمت ولغير ذلك ولهذا قال بسنة
اخذين بسنة متمسكين بها- ودليل التاركين ما روى عن ابن مسعودؓ كنا نكتب بسـ
فلما نزلت بسم الله مجريها كتبنا بسم الله فلما نزلت قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن كتبنا بسم
الرحمن فلما نزلت انه من سليمن وانه بسم الله الرحمن الرحيم كتبناها ثم المبسملون بعضهم
عدها اية من كل سورة سوى براءة وهو غير قالون وعدها حمزة من تاركين اية من الفاتحة
فقط ولا شبهة عند الكل في سورة النمل انها اية وقوله رجال مدح لهم بكمال الرجولية
اي بسمل رجال اسندوا البسملة الى الصحابة جامعين بين الدراية والرواية

(جسکا خلاصہ ترجمہ بعد تحقیق لغات و بیانِ ترکیب و رموز کے جنکے بیان کی یہان ضرورت نہین) یہ ہے
کہ ہر دو سورتون کے درمیان مین موافق طریقۂ مسنونہ کے قالون اور کسائی اور عاصم اور ابن کثیر نے
بسم اللہ پڑھی ہے اور باقی قاریون نے نہین پڑھی مبسملین کی دلیل اول تو یہ ہے کہ بسم اللہ کو صحابۂ
کرام نے باتفاق رسم الخط مصاحف مین ثابت رکھا- اور دوسری دلیل حدیث ابن عباسؓ کی ہے کہ جسمین
وہ فرماتے ہین کہ جب بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوتی تھی تب جناب سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو
معلوم ہوتا تھا کہ اب وہ سورہ جو نازل ہو رہی تھی ختم ہو گئی اور سوا انکے اور بھی احادیث ہین کہ جنکی
وجہ سے شاطبیؒ لفظ بسنۃ بولا ہے یعنی بسم اللہ پڑھنے والے اپنا ماخذ اور سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی سنت رکھتے ہین- اور تارکین کی دلیل حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث ہے کہ جسمین وہ فرماتے ہین کہ
پہلے ہماری عادت تھی کہ باسمک اللہم لکھا کرتے تھے- جب بسم اللہ مجریہا نازل ہوئی تو بسم اللہ لکھنے لگے
اور جب قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن نازل ہوا تو بسم اللہ الرحمن لکھنے لگے اور جب انہ من سلیمن وانہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوا تو بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے لگے پھر بجز بسم اللہ پڑھنے والون مین سے
قالون کے سوا اور قاریون نے تو بسم اللہ کو سورۂ برارت کے سوا اور سب سورتونکی ایک آیت گنا ہے

اور تارکین مین سے فقط امام حمزہؒ نے صرف سورۂ فاتحہ کی ایک آیت گنا ہے اور سورۂ کل کے بیچ مین
جو بسم اللہ ہے وہ سب کے نزدیک بے شبہ اوس سورہ کی جزو آیت ہے۔ اور حضرت مُلّا علی قاریؒ
جو علماے حنفیہ مین بڑے محقق و مشہور با اقتدار عالم ہوئے ہین وہ اسی شعر شاطبی کے شرح مین یون لکھتے
ہین بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ ظَرْفٌ تَبَسْمَلَ رِجَالٌ فَاعِلُهُ وَبِسُنَّةٍ حَالٌ مِنْ رِجَالٍ مُعَدًّى عَلَيْهِ
ای اخذین متمسکین بہا او نعت لمصدر مقدر ای بسمل بسملۃ بسنۃ منقولۃ و نموہا فقہوہا
صفۃ رجال و بسنۃ و دریۃ مصدر من دری و تحملا مصدر تحمل نقل تمیز ان السنۃ ای
اصلوہا من جہۃ الدرایۃ والروایۃ و معنی الرموز اثبت ذو باء بسنۃ وراء رجال ونون
نموہا و دال دریۃ قالون والکسائی و عاصم و ابن کثیر البسملۃ بکمالہا بین کل سورتین
متصلتین و منفصلتین متغایرتین ولو غیر مرتبتین الا المستثناۃ و علو ان الباقین لم
یبسملوا فان ہذا من قبیل الحذف والاثبات وسیاتی تفصیل مذہب الباقین و معنی البیت
ان اہل البسملۃ جماعۃ متمسکون بالسنۃ ثابت الرجولیۃ رفعوا المسئلۃ واسندوہا الی
غیرہم من ارباب الدرایۃ ولا یخفی انہ قدم محل الخلاف علی الوفاق لانہ المقصود وبہ
یفہم غیرہ بالاتفاق وہذا الخلاف انما ہو فی الوصل کما قالہ المکی والمعنی ان محلہ
اذا لم یقف علی اٰخر الاولیٰ و فُہم من الاصلین تعین البسملۃ فی الابتداء الناشی عن الوقف
وخرج وصل الطریقین من سورۃ کما اذا کرر الاخلاص مثلاً فانہ لابد من البسملۃ
فی کل قراءۃ لانہا مبتدأ بہا فی ذلک الحالۃ وکذا حکم وصل الناس بالفاتحۃ لان لہا
حکم الابتداء ۔ ثم دلیل المبسملین رسم الصحابۃ ایاہا فی المصاحف وما روی عن ابن
عباس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انزل بسم اللہ الرحمن الرحیم علم
ان تلک السورۃ قد ختمت ولہذا اخذ المحققون من اصحابنا الحنفیۃ ان البسملۃ اٰیۃ
مستقلۃ انزلت للفصل لیست من اجزاء السور وفی روایۃ اخری عن سعید بن جبیر
کان علیہ السلام لا یعلم انقضاء السورۃ حتی ینزل علیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم

ففيه دليل على انه قد تكرر انزالها فى اول كل سورة فهذه السنة التى نمى ها ـ د
دليل للتاركين ما روى عن ابن مسعودٌ كنا نكتبُ بسمك اللهم فلما نزلت بسم الله
مجريها كتبنا بسم الله فلما نزلت قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن كتبنا بسم الله الرحمن
فلما نزلت انه من سليمن وانه بسم الله الرحمن الرحيم كتبنا وجه الدلالة ان فى الحول
الاول كان الوصل بين السورتين من غير بسملة فالجعران يبسمل فى الاية آء الذى
هو الاصل ويترك فى حال الوصل جمعًا يكمل به الفصل المعتبر عند اهل الفصل والحاصل
ان التاركين اخذوا بالحال الاول والمبسملين اخذوا بالحال الاخير المعقول ولا يخفى قوة
دليل المبسملين لا سيما مع كتابة البسملة فى اول كل سورة اجماعًا من الصحابة جامعين بين الرواية والدرا
خلاصہ ترجمہ عبارت حضرت ملا علی قاریؒ یہ ہے کہ قالون اور ابن کثیر اور عاصم اور کسائی بین السورتین بسم
پڑھتے ہیں اور باقی قاری نہیں پڑھتے اور سند پڑھنے والونکی اول تو جمہور صحابہ کا فعل ہے یعنی باتفاق
سب نے رسم الخط میں بسم اللہ کو ثابت رکھا اور دوسری حدیث ابن عباسؓ ہے اور حدیث ابن جبیر ہے
کہ جو صاف طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہیں تو بسم اللہ ہر سورہ پر نازل ہوا کرتی تھی۔ اور تارکین کی
سند حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث ہے۔ اور یہ اختلاف جو ہے تو اوس صورت میں ہے کہ جب دو سورتوں کو
ملا کے پڑھا جاوے اور اگر پہلی سورت کو ختم کرکے اوسپر وقف کر دیا جاوے اور پھر دوسری سورہ کو
شروع کر دیا جاوے جیسا کہ تراویح میں دستور ہے تو باتفاق جملہ قراء وہاں بسم اللہ پڑھنی ہی چاہئے
اور مبسملین کی دلیل اول تو جملہ صحابہ کرام کا بسم اللہ کا رسم الخط مصاحف میں قائم رکھنا ہے اور دوسری
دلیل حدیث ابن عباسؓ ہے کہ جس میں وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب بسم اللہ نازل ہوتی تھی۔ تو جب حضرت
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سورۃ کے ختم ہونے کو جان جاتے تھے اور اسی وجہ سے ہمارے حضرات
محققین حنفیہ نے اس بات کو اختیار کر لیا ہے کہ بسم اللہ آیۃ مستقلہ ہے جو سورتوں میں فاصلہ کرنے کیواسطے
نازل ہوئی ہے اجزا سورے نہیں ہے اور قوت دلیل بسم اللہ پڑھنے والونکے عیان ہے تمام ہوا خلاصہ
ترجمہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا اور اسی شعر کے شرح میں ابن القاصح یوں لکھتا ہے آخبرا

رجالٌ لا بسملوا بین السورتین اٰخذین فی ذلک بسنة نموها ای رفعوها ونقلوها وهم قالون والکسائی وعاصم وابن کثیر واشار الیهم بالبا والراء والنون والدال من قوله بسنة رجال نموها درية وعلم من ذلک ان الباقین لا یبسملون بین السورتین لان هذه من قبیل الاثبات والحذف واراد بالسنة التی نموها کتابة الصحابة لها فی المصحف وقول عائشة رضی الله عنها اقرء واما فی المصحف وکان النبی صلی الله علیه وسلم لا یعلم انقضاء السورة حتی ینزل بسم الله الرحمٰن الرحیم ففیه دلیل علی تکریر نزولها مع کل سورة ومعنی درية وشمّرا ای دارین متحملین لها ای جامعین بین الروایة والدرایة

ترجمہ ناظم کہتا ہے کہ قالون اور کسائی اور عاصم اور ابن کثیر نے بموجب حدیث مرفوع کے بسم اللہ بین السورتین پڑھی ہے اور باقی قرا نے بسم اللہ نہین پڑھی ہے۔ اور حدیث مرفوع سے مراد ایک تو یہ امر ہے کہ صحابہ کرام نے بسم اللہ کو رسم الخط قرآن مین باتفاق ثابت رکھا۔ اور دوسری حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ جسمین وہ فرماتی ہین تم جو قرآن مین لکھا ہی اوسکو پڑھا کرو۔ اور جبتک بسم اللہ نازل نہین ہوتی تھی حضرتؐ کو اوس سورہ کے ختم ہونے کے جو نازل ہوئی ہوتی تھی خبر نہین ہوا کرتی تھی اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ ہر سورہ کے ساتھ نازل ہوا کرتی تھی آہ اور صاحب غیث النفع فی قراءات السبع لکھتا ہے۔ لا خلاف فان القاری اذا افتتح قراءته باول سورة غیر براءة انه یبسمل سواء کان ابتداءه عن قطع او وقف وربما یظن بعضهم ان الابتداء لا یکون الا بعد قطع ولیس کذالک والمراد بالقطع عند المحققین ترک القراءة رأسا بان تکون نیة القاری ترک القراءة والانتقال منها لامر اٰخر بالوقف قطع الصوت عن الکلمة زمانا تنفس فیه عادة بنیة استیناف القراءة وکثیر من المتقدمین یطلقون القطع علی الوقف وکذالک الفاتحة ولو وصلت بغیرها من السور لانها وان وصلت لفظا فهی المبتدأ بها حکما

ترجمہ یعنی یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ جب کوئی پڑھنے والا سوائے سورہ براءۃ کے کسی سورۃ کو شروع کرے تو اوسکو ضرور اوس سورۃ کے شروع مین بسم اللہ پڑھنی چاہیے خواہ اوسنے ابتدا بعد قطع قراءت کے

کی ہو خواہ وقف کے کی ہو اور یہ جو بعض قُرّا خیال کرتے ہیں کہ ابتداء قراءت بعد قطع قراءت ہی کے ہوتا ہے
یہ خیال غلط ہے اور محققین کے نزدیک قطع قراءت اس امر کا نام ہے کہ قاری کی نیت قراءت ترک کرکے
اور کام میں لگ جانے کی ہو اور وقف اسکا نام ہے کہ کسی کلمہ کو پڑھ کے پڑھنے سے اس نیت سے رُک جاوے
کہ سانس لیکے پھر آگے قراءت کو شروع کریگا اور بعضے متقدمین وقف کو بھی بلفظ قطع سے تعبیر کر دیتے ہیں
واختلفوا فی اثباتہا بین السورتین سواءٌ کانتا مرتبتین او غیر مرتبتین فاثبتہا قالون
والمکی وعاصم وعلی وحذفہا حمزۃ ووصل بین السورتین واختلف عن غیرہم فی الحذف والاثبات
ترجمہ۔ اور بین السورتین بسم اللہ پڑھنے میں علماء قراءت نے اختلاف کیا ہے یعنی بعض نے پڑھی ہے
اور بعض نے نہیں پڑھی خواہ دو سورتیں مرتب خواہ غیر مرتب یعنی قالون اور ابن کثیر اور عاصم اور کسائی نے
تو بسم اللہ کو ثابت رکھا ہے اور حمزہؒ نے دو سورتوں کے بیچ میں سے بسم اللہ کو حذف کیا ہے اور باقی
قُرّاء کو حذف اور اثبات میں اختلاف ہے انما اختلفوا فی الوصل ولم یختلفوا فی الابتداء
لانہا مرسومۃ فی جمیع المصاحف فمن ترکہا فی الوصل لو لم یات بہا فی الابتداء
یخالف المصاحف وخرق الاجماع ترجمہ اور یہ اختلاف جو ہے تو وصل کی حالت میں ہے اور ابتدا کی
حالت میں تو اختلاف ہے ہی نہیں۔ کیونکہ سب مصاحف میں بسم اللہ لکھی ہوئی ہے اب جو قاری حالت
وصل میں بسم اللہ کو ترک کرتا ہے اگر وہ حالتِ ابتدا میں بسم اللہ کو نہ پڑھے گا تو وہ مخالف رسم مصاحف اور
خارق اجماع ٹھیریگا۔ ولا خلاف بینہم فی حذفہا من اول براءۃ لانہا لم ترسم فیہ
فی جمیع المصاحف ترجمہ اور اول براءۃ سے بسم اللہ کے حذف کرنے میں بسبب اسکے محذوف الرسم ہونیکے
کسی کو خلاف نہیں اور صاحبِ غیث النفع سورۂ فاتحہ میں یوں کہتا ہے وآیہا سبع بالاجماع لکن
من لم یعد البسملۃ آیۃ فصراط الذین انعمت علیہم آیۃ وغیر المغضوب علیہم ولا الضالین آیۃ اخری ومن عدہا آیۃ
فکلہ عندہ آیۃ واحدۃ وجلا لتہا ای ما فیہا من اسم اللہ واحدۃ ہذا ان قلنا ان البسملۃ
لیست بآیۃ ولا بعض آیۃ من اول الفاتحۃ ولا من اول غیرہا وانما کتبت فی المصاحف
للتیمن والتبرک او انہا فی اول الفاتحۃ لابتداء الکتاب علی عادۃ اللہ جل وعز فی ابتداء کتبہ

وفی غیر الفاتحة للفصل بین السور قال ابن عباسؓ کان رسول الله صلی الله علیه وسلم
لایعرف فصل السورة حتی ینزل علیه بسم الله الرحمن الرحیم وهو مذهب مالکؒ و
ابی حنیفةؒ وثوریؒ وحکی عن احمد وغیره وانتصر له مکی فی کشفه وقال انه الذی اجمع
علیه الصحابة والتابعون والقول بغیره محدث بعد اجماعهم وشنع القاضی ابوبکر
ابن الطیب بن الباقلانی المالکی البصری نزیل بغداد علی من خالفه وکان اعرف الناس
بالمناظرة وادقهم فیها نظرا حتی قیل من سمع مناظرة القاضی ابی بکر لم یستلذ بعدها
بسماع کلام احد من المتکلمین والفقهاء الکبار واما ان قلنا انها آیة من اول الفاتحة ومن
اول کل سورة وهو الاصح من مذهب الشافعی وانها آیة من الفاتحة فقط او انها آیة
من الفاتحة وبعض آیة من غیرها فلابد من عد جلالتها وبقی قول خامس وهو انها
آیة مستقلة فی اول کل سورة لا منها وهو المشهور عن احمد وقول داؤد واصحابه وحکاه
ابوبکر الرازی عن ابی الحسن الکرخی وهو من کبار اصحاب ابی حنیفة وعلیه فلا تعد
جلالة البسملة مع السور وانما تعد فی جملة ما فی القرآن وانما اقتصرنا فی عد ما فی الفاتحة
وغیرها من جلالات علی القول الاول لانه مذهبنا وایضا فان المحققین من الشافعیة
وعزاه الماوردی للجمهور علی انها آیة حکما لا قطعا قال النووی والصحیح انها قرآن علی
سبیل الحکم ولو کانت قرآنا علی سبیل القطع لکفر نافیها وهو خلاف الاجماع وقال المحلی
عند قول منهاج فقههم والبسملة منها ای من الفاتحة عملا لانه صلی الله علیه وسلم
عدها آیة منها صححه ابن خزیمة والحاکم ویکفی فی ثبوتها من حیث العمل الظن انتهی
ومعنی الحکم والعمل انه لا تصح صلوٰة من لم یأت بها فی اول الفاتحة وهو نظیر
کون الحجر من البیت ای فی الحکم باعتبار الطواف والصلوٰة فیه لا اليه لا باعتبار
انه من البیت اذ لم یثبت ذلك بقاطع واذا قلنا انها آیة قطعا لا حکما کما هو ظاهر
عبارة کثیر فیکون من باب اختلاف القراء فی اسقاط بعض الکلمات واثباتها وکل قراءۃ

بما تواتر عنده والفقہاء تبع للقراء فی ہذا وکل یسئل عنہ اہلہ والمسئلۃ طویلۃ الذیل وما ذکرناہ لب کلامہم وتحقیقہ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ بسم اللہ بعض قراء کے نزدیک تو ہر سورہ کی آیت نہین اور بعض کے نزدیک ہر سورہ کی آیت یا جزو آیت ہے چنانچہ حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ بسم اللہ ہر سورہ پر نازل ہوا کرتی تھی۔ اور جب بسم اللہ نازل ہوتی تھی تب حضرت کو سورہ کا ختم ہونا معلوم ہوا کرتا تھا اور یہی مذہب امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ اور احمدؒ وغیرہ سے بھی منقول ہے۔ اور زکی نے کشف مین کہا ہے کہ اسی پر اجماع صحابہ اور تابعین کا ہے اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ بسم اللہ قطعاً آیت قرآن ہے تو اب اسکا پڑھنا اور نہ پڑھنا ایسا ہی ہوا کہ جیسے اور قرارت کے اختلافات کا پڑھنا ہے اور اس باب مین یعنی اختلاف قرارت کے موافق بعض حروف اور کلمات کو بعض موقعون سے حذف اور عدم حذف مین فقہاء قرار کے تابع ہین کیونکہ ہر مسئلہ اوسکے اہل سے یعنی اوس شخص سے کہ جو اوس فن کا ماہر ہو پوچھا جایا کرتا ہے اور چونکہ یہ مسئلہ فن قرارت کا ہے پس اسمین فقہاء قرار کے تابع ہین۔ اور علامہ جزریؒ کتاب نشر مین اس باب مین لکھتے ہین۔ ففصل بالبسملۃ بین کل سورتین الا بین الانفال والبراءۃ ابن کثیر وعاصم والکسائی وابوجعفر وقالون والاصبہانی عن ورش **ترجمہ** یعنی ہر دو سورتون کے بیچ مین سوائے انفال اور براءۃ کے ابن کثیر اور عاصم اور کسائی اور ابوجعفر اور قالون اور اصبہانی نے بسم اللہ پڑھی ہے اور تھوڑی دور آگے چل کے وہی علامہ اوسی کتاب مین یون کہتے ہین الثالث ان کلا من الفاصلین بالبسملۃ والواصلین والساکتین اذا ابتدأ سورۃ من السور بسمل بلا خلاف عن احد منہم الا اذا ابتدأ براءۃ کما سیاتی سواء کان الابتداء عن وقف ام قطع اما علی قراءۃ من فصل بہا فواضح واما علی قراءۃ من الغاہا فللتبرک والتیمن والموافقۃ خط المصحف لانہا عند من الغاہا انما کتبت لاول السورۃ تبرکا وہو لم یلغہا فی حالۃ الوصل الا لکونہ لم یبتدأ فلما ابتدأ لم یکن بد من الاتیان بہا لئلا تخالف المصحف وصلا ووقفا فیخرج عن الاجماع وکان ذلک عندہ کہمزات الوصل

تحذف وصلاً وتثبت ابتداءً ولذالك لم يكن بينهم خلاف فى اول الفاتحة اه

ترجمہ تیسری تنبیہ یہ ہے کہ سب قاری خواہ بسمل ہون خواہ تارک جب وہ قرارت قرآن کسی سورہ سے شروع کرتے ہین تو باتفاق شروع سورہ مین بسم اللہ پڑھتے ہین سواے سورہ برات کے عام اس سے کہ ابتدا بعد الوقف ہو یا بعد القطع اور اس پڑھنے کی وجہ بسملین کے نزدیک تو ظاہر ہے اور تارکین کے نزدیک اسکا پڑھنا تیمناً و تبرکاً ہے اور نیز واسطے موافقت رسم الخط کے کیونکہ سب مصاحف مین بسم اللہ برابر لکھی ہوئی ہے اب اس صورت مین تارکین کے نزدیک بسم اللہ کی ایسی حالت ہوئی کہ جیسے عبارت مین ہمزہ وصل کی حالت ہوتی ہے یعنی جب اوپر سے ملاکے پڑھا جاتا ہے تو ہمزہ کو حذف کردیا جاتا ہے اور جب اوس ہمزہ سے عبارت شروع کردیجاتی ہے تو ہمزہ کو پڑھ دیا جاتا ہے اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرا مین اختلاف قرارت بسم اللہ بین السورتین اوسوقت ہے کہ جب دو سورتون کو بلاتوقف بین السورتین پڑھا جاوے اور جب ایک سورت کو تمام کرکے پھر دوسری سورت شروع کی تو اس قول علامہ جزری کے موافق وہان بھی جملہ قرا کے نزدیک خواہ تارکین سے ہون خواہ بسملین سے بسم اللہ پڑھنی ہی پڑے گی جس سے ہمارے مدعا کی تائید ہوتی ہے اور وہی علامہ جزریؒ احکام بسم اللہ مین یون لکھتے ہین اُختُلِفَ فِي هٰذِهِ المَسْئَلَةِ على خمسة اقوال **اَحَدُهَا** انها اٰية من الفاتحة فقط وهذا مذهب اهل مكة والكوفة ومن وافقهم وروى قولا للشافعى **اَلثَّانِى** انها اٰية من اول الفاتحة ومن اول كل سورة وهو اصح من مذهب الشافعى ومن وافقه وهو رواية احمد ونسب الى ابى حنيفة **اَلثَّالِث** انها اٰية من اول الفاتحة وبعض اٰية من غيرها وهو قول الثانى للشافعى **اَلرَّابِع** انها اٰية مستقلة فى اول كل سورة لامنها وهو المشهور عن احمد وقول داؤد واصحابه وحكاه ابوبكر الرازى عن ابى الحسن الكرخى وهو من كبار اصحاب ابى حنيفة **اَلخَامِس** انها ليست باٰية ولا بعض اٰية من اول الفاتحة ولا من اول غيرها وانما كتبت للتيمن والتبرك وهو مذهب مالك وابى حنيفة والثورى ومن وافقهم وذلك مع اجماعهم على انها بعض اٰية من سورة النمل وان بعض اٰية من الفاتحة قلت وهذه الاقوال ترجع الى النفى والاثبات

والذی نعتقده ان کلہا صحیح وان کل ذالك حق فیکون الاختلاف فیہا کاختلاف القرأات

ترجمہ اس مسئلہ مین علما کے پانچ قول ہین ایک یہ کہ بسم اللہ فقط فاتحہ کی ایک آیت ہے اور یہی مذہب اہلِ مکہ اور کوفہ اور اونکے موافقین کا ہے اور ایک قول امام شافعیؒ کا بھی اسیطرح منقول ہے اور قول ثانی جو صحیح مذہب امام شافعیؒ کا اور اونکے موافقین کا اور ایک روایت احمدؒ کی بھی ہے اور امام ابو حنیفہؒ کی طرف بھی منسوب ہے یہ ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ اور ہر سورہ کی پہلی آیت ہے اور تیسرا قول جو امام شافعیؒ کا قول ثانی ہے یہ ہے کہ بسم اللہ فاتحہ کی پہلی آیت ہے اور اور سورتون کی جزو آیت ہے۔ اور چوتھا قول جو قول مشہور احمدؒ کا اور داؤد اور اونکے اصحاب کا ہے اور ابو بکر رازی نے اوسکو ابوالحسن کرخی سے جو امام ابو حنیفہؒ کے بڑے صحابیون مین سے ہین نقل کیا ہے یہ ہے کہ بسم اللہ ہر سورہ کے اول مین آیت مستقلہ ہے اور جزو کسی سورہ کا نہین۔ اور پانچوان قول یہ ہے کہ بسم اللہ نہ کسی سورت کی آیت مستقلہ ہے اور نہ کسی سورہ کے کسی آیت کا جزو ہے یہ مذہب امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ وغیرہم کا ہے مگر یہ بات بھی ہے کہ ان حضرات کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ بسم اللہ سورۂ نمل اور سورۂ فاتحہ کی جزو آیت ہے الغرض ان اقوال کا مرجع طرف نفی اور اثبات کے ہے اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ سب قول صحیح ہین۔ اور سب حق ہین اور اس مسئلہ مین اختلاف مانند اختلاف قرأتون کے ہے اور پھر اسی بسم اللہ کی بحث مین علامہ جزری ہی یون کہتے ہین

قد نص اسحاق بن محمد المسیبی وثوق اصحاب نافع واجلهم قال سألت نافعا عن قراءة بسم الله الرحمن الرحيم فامرني بها وقال اشهد انها من السبع المثانی وان الله انزلها وروی ذالك الحافظ ابو عمرو الدانی باسناد صحیح وكذلك رواه ابوبکر بن مجاهد عن شيخه موسى بن اسحق القاضی عن محمد بن اسحق المسيبی عن ابيه وروينا ايضا عن ابن المسيبی قال كنا نقرأ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اول فاتحة الكتاب فی اول سورة البقرة وبين السورتين فی العرض والصلوة هذا كان مذهب القراء بالمدينة وقال فقهاء المدينة لا يفعلون ذالك قلت وحكى القاسم الهذلی عن مالك انه سأل نافعا عن البسملة فقال السنة الجهر بها فسلموا اليه وقال كل علم يسأل عنه اهله

ماسن ہے **جواب سوال دوم** ہان محققین حنفیہ نے تمام قرآن شریف مین ایک جگہ جہر
تسمیہ پڑھنے کو لکھا ہے تاکہ ختم پورا ہوجاوے گو تمہاری نظر سے نہین گذرا **جواب سوال سوم**
چونکہ امام صاحب کے نزدیک تسمیہ جزو فاتحہ کا نہین ہے اگرچہ آیت قرآنی ہے تو حکم آہستہ کا ہونا
مصلحت ہے تاکہ توہم جزئیہ فاتحہ کا نہو۔ مانند ثانیہ کے **جواب قول چہارم** تشبیہ کے واسطے
مماثلت فی جمیع الامور ضرور نہین ہے مشارکت جزئی کافی ہے ابوحنیفہ اور امام حمزہ قول عدم جزئیہ
ہر سورہ مین اور توطن وہمعصری مین باہم مشارک ہین **پنجم** امام صاحب مقلد روایت کے ہین
اوپر گذر چکا ہے کہ تقلید مجتہدات مین ہوتی ہے نہ سمعیات مین مدار قرارت کا صحت روایت پر مع جواز
نحو واحتمال رسم کے ہے قرارت اجتہادی نہین ہے جو اوسمین تقلید ہو **ششم** امام صاحب فرع
اصول نحات مین مجتہد مطلق ہین اور سمعیات قرآن وحدیث مین مقلد محض و وقاف ہین۔ فحوائے کلمات
ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک احادیث صحیحہ سے جزئیہ تسمیہ کی واسطے قرآن کے ثابت ہے
نہ جزئیہ کسی سورہ کی جب قرآن مین اجتہاد جائز نہین ہے تو اس سوال مین سب تمہاری تقریر قابل التفات
نہین رہی **ہفتم** فرائض کا مدار قرارت پر ہے پوری سورہ پر نہین بسم اللہ نہ پڑھنے سے نماز مین قصور
نہین آتا فقط مقلد کسی قاری اجمل کا اگر تقلید امام صاحب ور امام حمزہ کی کرکے تسمیہ نکریگا تو نماز مین کچھ
خلل نہوگا اسواسطے کہ تقلید کرنا مجتہد کو بھی دوسرے مجتہد کی جائز ہے پر واجب نہین عوام کا تو کیا ذکر ہے
اور خلیط قرارت ایک قاری کے ساتھ دوسری قرارت کے بلا قصد تخلیط کے بھی جائز ہے تاوقتیکہ تخلیط
موجب فساد معنون کا نہو۔ اگرچہ بہتر نہین ہے اور اگر التزام کسی قرارت کا یا عزم روایت کا ہے تو حرام ہے
اور ظاہر ہے کہ فرائض نماز مین قصد اداے فرض قرارت کا ہوتا ہے غرض روایت اور التزام قرارت
کسی قاری کا نہین ہوتا اگر تقلید امام صاحب یا امام حمزہ کرکے تسمیہ ترک کیا اور تقلید دوسرے مجتہد کی کرلے
تو عوام کو تو دور مجتہد کو بھی جائز ہے اور خلط ایک روایت کا ساتھ دوسری کے بھی بلا قصد روایت
وفساد جائز ہے اگرچہ ترک اولی ہے تو اس صورت مین قرارت میں بلین مین ترک تسمیہ مین کچھ حرج نہوا اور
بلا شبہ جائز ہوا بخلاف ختم قرآن کے تراویح مین یا تعلیم مین کہ التزام قرارت مع الروایۃ ہوتا ہے۔

سند احادیث میں لَيْسَ لِقِيَاسٍ فِي الْقِرَاءَةِ مَدْخَلٌ الخ اور بِسْمِلْ بَيْنَ السُّوَرَتَيْنِ بِسُنَّةٍ
رِجَالٌ نَمُوْهَا دِرَايَةً وَتَحَمُّلًا قول شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے دونون فرقے احادیث کو بکثرت مین
دونون قرآن مین اجتہاد کو دخل نہین دیتے اگر اجتہاد کو دخل دیتے ہین تو بتلاو نشان اجتہاد عاصمؒ اور
ابوحنیفہؒ کا اگر اجتہاد سے مراد خرص وتخمین ہے تو مسموع نہین ہوگا اور اگر مراد قیاس فقہی ہے تو یہان مقیس
کیا ہے اور مقیس علیہ کیا ہے اور وصف مشترک کیا ہے اور نص اوپر علیۃ وصف مشترک کے کیا ہے بغیر بیان
ان امور کے دعوی اجتہاد طرفین کا محض احتمال لاعن دلیل پر کسطرح مقبول ہوگا عاصمؒ نے کس جگہ جزئیہ کو
قیاس سے ثابت کیا ہے اور ابوحنیفہؒ نے کس جگہ جزئیہ کو قیاس سے باطل کیا ہے بدون اس تصریح کے جزئیہ
علت ومدار اختلاف کا ٹھیرانا نہین ہوسکتا شاید ملاحظہ دلائل طرفین سے شبہ مجیب کا رفع ہو جاوے
والاخیر جبکہ جواز وتواتر سب قراءت کا مجیب کے نزدیک ثابت ہے تو کوئی نص ابوحنیفہؒ کی بیچ ممانعت تکمیل
ختم قراءت مبسملین کی تو ضرور چاہیے اور پھر جبکہ کتب قراءت وفقہ مین موجود ہے کہ قول اول امام شافعیؒ کا
جزئیہ تسمیہ فاتحہ فقط ہے اور قول ثانی امام شافعیؒ کا جو معمول ومعتمد ہے جزئیہ تسمیہ کا واسطے ہر سورۃ کے
ہے تو درصورت ترک تسمیہ کے جو سامع شافعی ہوگا اوسکا ختم پورا نہوا اور امام اگر شافعی ہوگا تو وہ کسطرح
خلاف شافعی کے ترک تسمیہ کریگا۔ اور عبادات مین بقدر التزام اس امر کا کرے کہ وہ عبادت بالاتفاق
پوری ادا ہو مگر اگر مجیب یہ امر ثابت کرے کہ حنفیہ کو قراءت مبسملین کی قراءت پڑھنی منع ہے اور شافعیہ کو
تارکین کی اور جب اول مجیب سبکو جائز لکھ چکا ہے تو پھر وجہ اصرار ممانعت پر وتعیین قراءت تارکین کے
حق تسمیہ مین کیا ہے باوجود جواز دونون کے تعیین ترک تسمیہ کی قول امام سے یا اور دلیل سے بیان ہو
ہماری غرض اسیقدر ہے تا ختم قرآن سبکو سب کے نزدیک حاصل ہو اختلافی نہ رہے اگر تسمیہ نکریگا سنت
تراویح ہو جاوے گی ختم قرآن پوری مین شبہ رہے گا فقط واللہ اعلم بالصواب تمت

نقل دستخط شریف
محمد عبدالرحمن پانی پتی ۱۹ شوال
سنہ ۱۳۰۶ ہجری

نقل فتویٰ ممانعت تسمیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہین علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورہ کے شروع مین ختم تراویح مین چاہیے یا نہین اور اگر پڑھین تو سرًا پڑھین یا جہرًا بموجب قراءۃ حفص کے جو بسملین سے ہین درصورت ترک کرنیکے ایک سو تیرہ آیتون کا نقصان لازم آتا ہے اور جبکہ یہ قراءۃ مروجہ حفص متواتر پہونچی تو انکار جزئیہ تسمیہ سے انکار تواتر لازم آتا ہے اور باوجود عقیدہ جزئیہ کے ایک سو تیرہ آیتون کا ترک کرنا کیونکر جائز ہوا اسمین جو کچھ قول فیصل ہو اور معمول مقتدایان دین ہو صاف صاف ارشاد ہو اور اسی طرح بعد والضحیٰ کے آخر تک ہر سورہ کے ختم پر تکبیر پڑھنی چاہیے یا نہین اور درصورت نہ پڑھنے کے تکبیر رکوع بھی کافی ہوجاوے گی یا نہین **الجواب** جب مبسمل کی قراءۃ متواتر ہے اور غیر مبسمل کی قراءۃ بھی متواتر ہے کچھ فرق تواتر مین نہین بایمعنی کہ سب الفاظ فخر عالم علیہ السلام سے متواتر ثابت ہوے ہین اور سب کا پڑھنا جائز وثابت ہے آپ نے کبھی اسکو پڑھا کبھی اُسکو مگر وجوب بالتعیین کسی قراءۃ کا ثابت نہین ہے ہنوز تخییر باقی ہے جو قراءۃ چاہو پڑھو کہ سب بتواتر ثابت ہین پس ثبوت اور قرارت ان وجوہ قرارت کا تواترًا ثابت ہوا نہ وجوب کسی قراءۃ کا ثبوت تواتر سے وجوب کب لازم آتا ہے مضمضہ واستنشاق وتیامن اور صدہا امور ہین کہ فعل اونکا حضرت علیہ السلام سے تواترًا ثابت ہوا اور واجب کوئی شئے نہین ہوگی پس جب قرارت سبعہ متواتر ثابت ہوئی تو دیکھو کہ مبسمل ضم تسمیہ باسورہ کو روایت کرتا ہے اور حق ہے کہ حضرت علیہ السلام نے قرآن کے ساتھ تسمیہ پڑھا اور غیر مبسمل عدم ضم نقل کرتا ہے اور حق ہے کہ آپ نے گاہے نہین پڑھا اور دونون امر بتواتر ثابت ہین دونون امر جائز ہین اب رہا یہ کہ تسمیہ جزو سورہ ہے یا نہین دونون روایت ثابت نہین ہوسکتی کسی طرح کیونکہ پڑھنے کی حالت مین احتمال تبرکًا پڑھنے کا ہے اور نہ پڑھنے مین بعض سورہ کا ترک کردینا محتمل ہے پس مبسمل کا اجتہاد اور راے ہوئی کہ جزو سورہ تھا اور غیر مبسمل کہتا ہے کہ جزو نہ تھا تبرکًا گاہے پڑھا سو جزئیہ اجتہاد

ٹھیرا اور نہ یہ امر کہ جزئیت یا غیر جزئیۃ کو حضرت علیہ السلام نے قولاً ارشاد فرمایا ہو وہ قول تواتر ثابت
ہوگیا حاشا وکلا ہرگز نہین امام مالکؒ جیسا مقتدا کیونکر متواتر امر کا منکر ہوا اور انکار متواتر سے کیا انکا
حکم ہوویگا آیت قرآن ہونے ہی کا انکار فرماتے ہین پھر رہی یہ بات کہ نماز مین جہر تسمیہ سورہ یا فاتحہ کے
ساتھ ہوا ہو ہنوز ثابت نہین مرفوع حدیث سے تو ثبوت بہت ہی دشوار ہے جو کچھ ہوویگا وہ محل تامل ہے
صحابہ بھی اوسکے قائل نہین انسؓ اور عبد اللہ بن مغفل انکار جہر کرتے ہین رسول علیہ السلام اور خلفا
کسی نے جہر نہین کیا بدعۃ جہر تسمیہ کے قائل ہین اور بعض صحابہ جیسے ابو ہریرہؓ سے اگر ثبوت فعل ہے۔
تو وہ بھی احتمال اجتہاد کا رکھتا ہے جیسا خود فاتحہ کا پڑھنا خلف الامام اونکا اجتہادی ہے صاحب
سفر السعادت خود مقر ہوگیا کہ جہر بسم اللہ کسی حدیث سے ثابت نہین بھلا سوچو تو اگر تسمیہ جزو فاتحہ ہوتا
کسطرح جزو کو حذف یا اخفا کرتے غرض اسمین تطویل کی حاجت نہین جزئیۃ تسمیہ کسی حدیث مرفوع سے
ثابت نہین ہوسکتی جو رائے عاصم ہے وہ محض اجتہاد ہے کہ اجتہاد دیگر قرّاء کا اوسکے خلاف و معارض
ہے مع ہذا امام ابو حنیفہ کہ جسکے مقلد ہملوگ ہین اونکی رائے عدم جزئیۃ کی ہے اور حق بھی احادیث سے
عدم جزئیۃ ہی معلوم ہوتی ہے کہ عدم جہر دلیل اوسکی ہے تو ایسے قوی امر مین اپنے مقلد کی اتباع کو لازم
پکڑے اور الفاظ قرارت جو منقول بذریعہ عاصم ہوئے ہین اونکے پڑھنے سے ضروری نہین ہے کہ عاصم کے
اجتہادات کا بھی مقلد بنے الفاظ منقولہ اونکے بیشک صحیح اور ثابت مگر اجتہاد کو اونکے صحیح ماننا ضروری
نہین پس جزئیۃ تسمیہ کا ثبوت نہین تو انکار امر متواتر کا ہوا اور نقصان آیات قرآن کا لازم آیا۔
یہ ایک مغالطہ ہے کہ ذہن اغبیا پر وارد ہوتا ہے کہ قرارت کے متواتر ہونے سے جزئیۃ بھی لازم
ہوجاوے ہان مذہب عاصم کا جزئیۃ کا متواتر ہونا درست ہے مگر اونکے مذہب ہونے سے کیا وجوب
اور کیا ضرورت ہوگی کہ اونکی تقلید کیجاوے اور کیونکہ مذہب مختار صحیح اور احادیث صحیحہ کے خلاف
عقیدۂ جزئیۃ کا ہوجاویگا اور کسطرح تواتر ثبوت اس امر سے وجوب العمل ٹھہر گیا پس حنفی کو لازم ہے
کہ اگرچہ قرارت عاصم پڑھے مگر تسمیہ سرًا پڑھے اور بس فقط اور تکبیر اواخر سور معلومہ مین بھی خارج
صلوۃ ہے استحبابًا نہ نماز مین فقط واللہ اعلم بالصواب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُؤال

کیا فرماتے ہین علماے دین ومفتیانِ اہلِ سنت والجماعت اس مقدمہ مین کہ ایک سؤال وجواب بذریعہ اشتہار علی گدہ سے نکلا ہے بمقدمہ جواز پڑہنے ظاء معجمہ کے جگہ ضاد معجمہ کے نماز مین آیا یہ جواب وسؤال صحیح ہین یا غلط

سُؤال یہ ہے

کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ حرف ضاد پڑہنے مین حرف ظاء کے مشابہ ہے یا حرف دال کے اور اگر کوئی شخص لفظ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ کو وَلَا الظَّآلِّیۡنَ پڑہلے جیسا کہ عوام کرتے ہین تو اوسکی نماز فاسد ہوتی ہے یا جو شخص وَلَا الضَّآلِّیۡنَ کو وَلَا الدَّآلِّیۡنَ پڑہے دال کے ساتھ اوسکی نماز فاسد ہوتی ہے اس زمانہ مین اکثر وہ لوگ جو عالم کہلاتے ہین عوام الناس سے کہدیتے ہین اور فتوی دیدیتے ہین کہ جو شخص وَلَا الضَّآلِّیۡنَ کو مشتبہ الصوت بالظاء پڑہیگا اوسکی نماز فاسد ہوجاوے گی یہ قول اونکا صحیح ہے یا غلط اسکا جواب علماے حنفیہ کی کتابون سے لکھدیجیے اسلیے کہ وہ لوگ کسی مسئلہ کو کتاب وسنت کے موافق نہین مانتے صرف حنفیونکی کتابونکا حوالہ مان لیتے ہین

جواب مشتہر یہ ہے

آجکل کےعلما کا فتوی یا اونکا عوام الناس سے بلادلیل وبغیر نقل اقوال مجتہدین وبغیر حوالہ کتب معتبرہ متداولہ کچھ کہدینا ہرگز قابلِ اعتبار نہین ہے اور نہ عمل کے لائق ہے کیونکہ یہ لوگ مفتی نہین ہین صرف ناقلِ اقوال ہین اور جبکہ نقل اقوال بھی نکرین تو اونکا قول قابلِ قبول نہین ہوسکتا ہان البتہ اگر کسی مسئلہ مین اقوال مجتہدین یا حوالہ کتب معتبرہ متداولہ سے کچھ بیان کرین تو وہ قابل قبول ہوگا چنانچہ ردّ المحتار مین ہے قال فی فتح القدیر وقد استقر رای الاصولیین علی ان المفتی ہو المجتہد فاما

غیر المجتہد ممن یحفظ اقوال المجتہد فلیس بمفت والواجب علیہ اذا سئل ان یذکر قول
المجتہد کالامام علی وجہ الحکایۃ فعرف ان ما یکون فی زماننا من فتوی الموجودین
لیس بفتوی بل ہو نقل کلام المفتی لیاخذ بہ المستفتی وطریق نقلہ لذلک عن المجتہد احد
الامرین اما ان یکون لہ سند فیہ او یاخذہ من کتاب معروف تداولتہ الایدی انتہی بقدر الحاجۃ
پس جو لوگ ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھنے سے فساد صلوٰۃ کا حکم دیتے ہیں انکو چاہیے کہ یا نقل اقوال
مجتہدین کریں یا کسی معتبر کتاب کا حوالہ دیں جہاں تک ہمکو اقوال سلف اور کتب فقہا سے ثابت ہوتا ہے
یہ ہے کہ حرف ضاد صوت میں مشابہ حرف ظاء کے ہے یہاں تک کہ بسبب عسر تمیز ادا کیوقت عامی
شخص کو اوسکی آواز اور ظاء کی آواز میں کچھ فرق نہیں معلوم ہو سکتا صرف خواص ہی بوجہ اختلاف بعض
صفات کے دونوں میں کچھ تمیز کر سکتے ہیں اور دال سے اسکو کچھ مشابہت صوت یا صفات میں نہیں ہے
اسیواسطے تمام علماے حنفیہ نے اکثر کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں بجاے ایک حرف کے کوئی ایسا
دوسرا حرف پڑھیگا جو ایک دوسرے کے مشابہ اور مشارک فی الصفات نہیں ہے اور انکی آپس میں تمیز
آسان ہے تو نماز فاسد ہو جاوے گی جیسے کوئی صاد کی جگہ طا یا عین کی جگہ سین پڑھے اور اگر ایسا حرف پڑھے
کہ جو ایک دوسرے کے ساتھ اکثر صفات اور مخرج میں مشابہ ہو اور ان میں آپسمیں تمیز بھی بہت دشوار ہو
تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی اور کچھ نقص لازم نہیں آویگا۔ جیسے ضاد اور ظاء یہ دونوں آپسمیں
نہایت ہی مشابہ فی الصوت ہیں اور اکثر صفات میں مشارک ہیں پس فقہاء کی اس تصریح سے
یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ضاد آواز میں مشابہ ظاء کے ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر ضاد کے جگہ
ظاء پڑھے گا تو ہرگز نماز فاسد نہوگی بخلاف دال کے کہ نہ وہ مشابہ ضاد کے آواز میں ہے اور
نہ وہ مشارک ضاد کے اکثر صفات میں ہے اسیواسطے علماے حنفیہ نے صاف لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص
وَلَا الضَّالِّیْنَ کو وَلَا الدَّالِّیْنَ دال کے ساتھ پڑھے گا تو اوسکی نماز فاسد ہو جاوے گی چنانچہ سند
اس تمام کی کتب معتبرہ حنفیہ سے نقل کیجاتی ہے رد المحتار شرح در المختار میں جو ایک معتبر فتاوے حنفیہ ہے
لکھا ہے وان کان الخطاء بابدال الحرف بحرف فان امکن الفصل بینہما بلا کلفۃ کالصاد

مع الظاء بان قرأ الظالحات مکان الصالحات فاتفقوا علی انه مفسد وان لم یکن الا بمشقة
کالضاد مع الظاء والصاد مع السین فاکثرهم علی عدم الفساد لعموم البلوی انتهی
اور عالمگیری میں ہے وان غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقة کالطاء
مع الصاد فقرأ الطالحات مکان الصالحات تفسد صلوته عند الکل وان کان لا یمکن
الفصل بین الحرفین الا بمشقة کالظاء مع الضاد والصاد مع السین والطاء مع التاء
اختلف المشائخ قال اکثرهم لا تفسد صلوته انتهی اور خانیہ میں ہے الاصل فیما
اذا ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینهما بلا مشقة تفسد وان لم
یکن الا بمشقة کالظاء مع الضاد المعجمتین والصاد مع السین المهملتین والطاء
مع التاء قال اکثرهم لا تفسد انتهی خزانة المفتین میں ہے ان ذکر حرفا مکان
حرف وغیر المعنی فان امکن الفصل کالطاء مع الصاد تفسد صلوته وان کان
لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة کالظاء مع الضاد والطاء مع التاء والصاد
مع السین الاکثر علی انه لا تفسد انتهی اور ایسا ہی قاضی خان وغیرہ میں ہے غرضکہ تمام کتب فقہائے
حنفیہ میں اسی قسم کی تصریح ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ضاد اور ظاء آپسمیں ایسے مشابہ الصوت
اور اونکی آواز میں اس قدر مناسبت ہے کہ ایک کی دوسرے سے تمیز دشوار ہے اور اسی واسطے
جو شخص ضاد کے جگہ ظاء معجمہ پڑھ لے اور ضَآلِّيْنَ کو ظَآلِّيْنَ بالظاء پڑھ لے اوسکی نماز ہرگز
فاسد نہیں ہوتی اور جو شخص ضالین کو دالین پڑھ لے اوسکی نماز فاسد ہوجاتی ہے چنانچہ علاوہ اس کے
کہ یہ امر اصول سابقہ سے خود مستنبط ہے تصریح بھی اسکی بعض روایات فقہیہ سے ہوتی ہے
چنانچہ فتاوائے قاضی خان میں ہے — ولو قرأ الظالین بالظاء وبالذال
لا تفسد صلوته ولو قرأ الدالین بالدال تفسد صلوته انتهی اور ایسا ہی خلاصة الفتاوی
میں ہے ولو قرأ الضالین بالظاء او بالذال او بالزاء لا تفسد اور جس حالت میں کہ
عین ظاء پڑھ لینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی تو ضاد کو مشتبہ الصوت بالظاء پڑھنے میں

جو اوسکا اصل مخرج ہے کب فاسد ہوگی البتہ دال اور مشتبہ الصوت بالدال پڑھنے سے فاسد ہوگی
جیسا کہ قاضی خان اور خانیہ وغیرہا سے ثابت ہوتا ہے اور علاوہ کتب فقہ کے کتب قرارت سے بھی
ایسا ہی ثابت ہوتا ہے چنانچہ حاشیہ جہد المقل مین لکھا ہے فمنہم من یجعلہا ظاء وھذا لیس
بعجب لثبوت التشابہ وعسر التمیز بینہما اور ایسا ہی کتب تفسیر سے بھی ثابت ہوتا ہے اگر ہم
تمام روایات کو نقل کرین تو یہ فتویٰ کتاب ہو جاوے اسواسطے ہم زیادہ نقل نہین کرتے مگر تھوڑیسی
عبارت اس موقع پر رسالہ البیان الجزیل للترتیل مصنفہ مولانا العلام مولوی مفتی عنایت احمد رحمہ اللہ
اوستاد مولوی محمد لطف اللہ مدرس مدرسہ عربی کوئل کی نقل کرتے ہین جو ان تمام روایات کا لُبِّ لباب ہے
چونکہ وہ عبارت اُردو زبان کی ہے اسلیے عوام کو اوس سے بہت فائدہ ہوگا وہ عبارت مفتی صاحب کی
بجنسہا یہ ہے جو اونکے رسالہ مطبوعہ مین موجود ہے۔ ادا کرنا ضاد کا بہت
مشکل ہے اور فرق ضاد اور ظا مین بھی بہت مشکل ہے اسلیے جزری وغیرہ قرارت کی کتابون مین
اور کتب تفسیر مین تفرقہ ضاد کا ظا سے باہتمام تمام بیان کیا ہے اگر آدمی دھیان کر کے سیکھ لے تو آسان
ہے مگر ایک بلاے عام اس زمانے مین یہ ہوگئی ہے کہ ضاد کو بصورت دال کے پڑھتے ہین
مشتبہ الصوت دال کا اوسے کر دیا ہے کہ دال پُر نہین ہے سو یہ بات جملہ کتب قرارت و تفسیر اور فقہ کے
خلاف ہے سب کتابون مین ضاد کا مشتبہ الصوت ہونا ظا سے ثابت ہوتا ہے نہ دال سے شاہ
عبد العزیز صاحب نے تفسیر فتح العزیز مین آیت وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ کی تفسیر مین اور ایک
مقام مین ض کا مشتبہ الصوت ہونا ظا کے ساتھ لکھا ہے اور فتح القدیر اور فتاویٰ قاضی خان اور
اتقان اور بہت سی کتابون مین فقہ کی اس بات کی تصریح ہے انتہی لیکن ایسی تصریحات کے بعد جو بعض جہلا
ایسے مسائل مین نزاع کرتے ہین وہ تو دین کو کھیل بناتے ہین اور اگر علما نزاع کرتے ہین تو اونکی حالت پر
افسوس ہے کہ اونکو اپنے مذہب کی کتب پر بھی نظر نہین ہے اور اس سے بہت زیادہ تفصیل ممکن تھی
مگر چونکہ یہ فتویٰ ہے اسواسطے اسیقدر کافی سمجھا گیا واللہ اعلم وعلمہ اتقن واحکم۔

حررہٗ محمد اسمٰعیل عفا اللہ عنہ۔ تمام ہوئی نقل اشتہار مطبوعہ محمدن پریس علیگڈھ

مقام کی ہین نہ جواز مطلق کی یا یہ کہ عجم کو اوستاد عارف نہین ملا یا ابھی پڑھا سیکھنا ابھی شروع کیا ہے تو تا وقت تعلم اور تصحیح کے جواز کا فتوی دیا ہے اور یہ بات نہین کہ ان روایات معذور کو ڈھونڈ کے تلاش اوستاد و فکر تعلم نکرے اور اگر ایسا کیا تو وہ شخص غاش کتاب اللہ و محرب قرآن بلا شک ہے اوسکی نماز ہرگز جائز نہین مجیب نے اون روایات معذور کو مطلقا پر حمل کر کے خلقت کو گمراہ کیا ہے تمام ہوا جواب مجمل۔ اب تفصیل اغلاط وسند ہائے جملہ دعاوے متضمنہ جواب ہذا انشاء اللہ تعالے بیان ہوتے ہین حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ تبدیل ضاد معجمہ ساتھ ظاء معجمہ یا دال مہملہ کے عمدا قرآن نماز مین مفسد نماز ہے اور نماز معذور وغیر مطاوع اللسان کی یا امی کی تا وقت تصحیح قرآن ضرورۃ جائز ہے اور باوجود قدرت تصحیح نکرے اور اپنے پڑھنے کی صحت وجواز پر معذور رہو تو اوسکی نماز ہرگز جائز نہین اور اس مجیب مشتہر کی گردن پر ان سب جہال کے فساد نماز کا وبال ہوگا تفصیل امور موعودہ جواب کے یہ ہے لامذہبی اور غیر مقلدی سائل کی ظاہر ہے کہ ضاد و ظاء مین تشبیہ تشبیہ پکارتے ہین اور اہل سنت پر بہتان دال پڑھنے کا ضاد کے جگہ لگاتے ہین کس کتاب اہل سنت والجماعت مین قراء وغیر قراء سے دال پڑھنے کو جائز لکھا ہے یہ انکار اہل سنت پر محض افترا ہے دوسری دلیل لامذہبی سائل کی یہ ہے کہ آخر سؤال مین یہ فقرہ البرقربی کا لکھا ہے۔ (اسکا جواب علماء حنفیہ کی کتابون سے لکھ بھیجیے اسلیے کہ وہ لوگ کسی مسئلہ کو کتاب وسنت کے موافق نہین مانتے صرف حنفیو نکی کتابونکا حوالہ مان لیتے ہین) یہ فقرہ اسواسطے لکھا ہے کہ لامذہب اہل سنت حنفیہ وغیرہ کو مشرک وکافر لکھتے ہین اور ایسے ہی ایسے بہتان باندھتے ہین گویا اس فقرہ سے اونھون نے حنفیہ کو منکر قرآن وکافر ٹھیرایا نعوذ باللہ من ذلک حالانکہ مجمع علماء مین اس فرقہ کے خارج از اہل سنت والجماعت ہونے پر علما کا اتفاق ہوگیا۔ اب یہ لوگ ہمسے کیون تکرار کرتے ہین۔ جب ہمارا اور اون کا دین ومذہب جدا ہوا تو بحکم لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الاية مانند روافض وخوارج وجہمیہ وغیرہم کے یہ بھی ہمسے جدا ہوئے۔ نہ معلوم یہ فرقہ کیون ہر وقت حنفیون ہی سے تکرار رکھتا ہے باوجود دیکہ اکثر اون مین کے ہنود ونصاری سے صاف دلی سے ملتے ہین اور اہل سنت کو کفر وشرک وغیرہ بہتان سے یاد کرتے ہین

ایسی تنزیل کی ہے کہ نماز مین اردو ترجمہ قرآن کا فتوی دیا ہے اور خود اردو پڑھتے ہین اور جو قرآن
عربی پڑھے اوسکو نماز مین کافی نہین جانتے **چوتھی** یہ کہ تجوید قرآن باداے حروف بمخرج و صفت
و حفظ وقوف ہر مکلف پر واجب ہے اجماعا پر وجوب مطلق ہے یا بقدر ما یجوز بہ الصلوۃ اسمین اختلاف ہے قول اول کو
صحیح کہا ہے **پانچوین** یہ کہ وجوب تجوید تکلیف مالا یطاق نہین **چھٹی** یہ کہ امی وہ ہے جو
قرآن کو تجوید سے نہ پڑھ سکے **ساتوین** یہ کہ کل روایات مجوز نماز غلط خوان مطلقا نہین ہین بلکہ مقید
باشخاص و اوقات ہین یعنی معذور و امی وغیرہ ان روایات سے حکم عام دائم ہر فرد کو دینا غلط ہے
اٹھوین عدم اہتمام صحابہ کا تجوید مین اس سبب سے تھا کہ اونکو اسکی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ قرآن
اونکی زبان و لہجہ پر نازل ہوا تھا اونکا لہجہ وہی تجوید ہے اب استدلال تفسیر کبیر کا عدم وجوب تجوید پر
باطل ہو گیا **نوین** لحن قرآن مین ہر طرح کا حرام ہے خلل مخرج حروف کا ہو یا صفت کا یا قاعدہ کا یہ سب
اجمال ہے تفصیل اسکی کتب قرأت مین مدلل مبین ہے پر ہم ایک عبارت مجمل کو جو اجمال احادیث و دلائل کا ہے
کتاب نشر سے نقل کرتے ہین وہ یہ ہے اخبرنا الشیخ الامام العالم المقری المجود ابو اسحق ابراہیم
بن احمد الشامی بقراءۃ ابن ابی الفتح انا الامام العلامۃ المقری شیخ التجوید ابو حیان
محمد بن یوسف الاندلسی سماعا اخبرنا الشیخ المقری المجود ابو سہل الیسر بن
عبد اللہ الغرناطی قراءۃ منی علیہ اخبرنا الشیخ المقری ابو الحسن علی بن محمد بن
ابی العافیۃ بقراءتی علیہ اخبرنا الشیخ المقری ابوبکر محمد بن ابراہیم الزنجانی ح
واعلی من ھذا قراءۃ علی شیخنا المقری ابی حسین عمر بن حسن الحلبی انا علی بن احمد المقدسی
عن الشیوخ شیخ عبد الوہاب بن علی البغدادی وغیرہ قالوا انا الامام شیخ القراء
والتجوید ابوبکر بن الحسن البغدادی **حدثنا** احمد بن بندار بن ابراہیم
حدثنا ابو الحسین محمد بن عبد الواحد بن رزمۃ البزار **حدثنا** ابو الحسن
علی بن محمد بن المعلی الشونیزی **حدثنا** محمد بن یحیی المروزی **حدثنا** محمد
بن سعدان **حدثنا** ابو معاویۃ الضریر عن جویبر عن الضحاک قال قال

عبد الله بن مسعود جودوا القرآن وزينوه باحسن الاصوات واعربوه فانه عربي
والله يحب ان يعرب به وبعد جيد سطر نوشته ومعناه انها الغاية في التصحيح وبلوغ
النهاية في التحسين ولا شك ان الامة كما هم متعبدون بفهم معنى القرآن واقامة
حدوده متعبدون بتصحيح الفاظه واقامة حروفه على الصفة المتلقاة من ائمة
القراءة المتصلة بالحضرة النبوية الافصحية العربية التي لا تجوز مخالفتها ولا العدول
عنها الى غيرها والناس في ذلك بين محسن مأجور ومسيء آثم او معذور فمن قدر
على تصحيح كلام الله تعالى باللفظ الصحيح العربي الفصيح وعدل الى اللفظ الفاسد العجمي
او النبطي القبيح استغناء بنفسه واستبدادا برأيه وحدسه واتكالا على ما الف
من حفظه واستكبارا عن الرجوع الى عالم يوقفه على صحيح لفظه فانه مقصر بلا شك
وآثم بلا ريب وغاش بلا مرية فقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الدين
النصيحة لله ولكتابه ولرسوله ولائمة المسلمين وعامتهم اما من كان لا يطاوعه
لسانه ولا يجد من يهديه الى الصواب بيانه فان الله لا يكلف نفسا الا وسعها
ولهذا اجمع من نعلمه من العلماء على انه لا تصح صلوة قارئ خلف امي وهو من لا
يحسن القراءة واختلفوا في صلوة من يبدل حرفا بغيره سواء تجانسا او تقاربا واصح القولين
عدم الصحة كمن قرأ الحمد بالعين او الدين بالتاء او المغضوب بالظاء ولذلك
عد العلماء القراءة بغير تجويد لحنا وعدوا القارئ بها لحانا وقسموا اللحن الى جلي
وخفي واختلفوا في حده وتعريفه والصحيح ان اللحن فيهما خلل يطرأ على الالفاظ
فيخل الا ان الجلي يخل اخلالا ظاهرا يشترك في معرفته علماء القراءة وغيرهم
وان الخفي يخل اخلالا يختص بمعرفته علماء القراءة وائمة الاداء الذين
تلقوا من افواه العلماء وضبطوا عن الفاظ اهل الاداء الذين ترتضى تلاوتهم
ويوثق بمعرفتهم ولم يخرجوا عن القواعد الصحيحة والنصوص الصريحة فاعطوا

كل حرف حقه ونزلوه منزلة واوصلوه مستحقه من التجويد والاتقان والترتيل والاحسان قال الشيخ الامام ابوعبدالله نصر بن على بن محمد الشيرازى فى كتابه الموضح فى القراءة فى فصل التجويد منه بعد ذكره الترتيل والحدر ولزوم التجويد فيهما قال فان حسن الاداء فرض فى القراءة ويجب على القارى ان يتلو القرآن حق تلاوته صيانة للقرآن ان يجد اللحن والتغير اليه سبيلا على ان العلماء قد اختلفوا فى وجوب حسن الاداء فى القرآن فبعضهم ذهب الى ان ذلك مقصور على ما يلزم المكلف قرآءته فى المفترضات فان تجويد اللفظ وتقويم الحروف وحسن الاداء واجب فيه فحسب وذهب الآخرون الى ان ذلك واجب على كل من قرأ شيئا من القرآن كيف ما كان لانه لا رخصة فى تغير اللفظ بالقرآن وتعويجه واتخاذ اللحن سبيلا اليه الا عند الضرورة قال الله تعالى قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ انتهى وهذا الخلاف على هذا الوجه الذى ذكره غريب والمذهب الثانى هو الصحيح بل هو الصواب على ما قدمناه وكذا ذكر الامام الحجة ابوالفضل الرازى فى تجويده وصوب ما صوبنا والله اعلم فالتجويد هو حلية التلاوة وزينة القراءة وهو اعطاء الحروف حقوقها وترتيبها مراتبها ورد الحرف الى مخرجه واصله والحاقه بنظيره وتصحيح لفظه وتلطيف النطق به على حال صيغته وكمال هيئته من غير اسراف ولا تعسف ولا افراط ولا تكليف والى ذلك اشارة رسول الله صلى الله عليه وسلم بقوله من احب ان يقرأ القرآن غضا كما انزل فليقرأ قراءة ابن ام عبد يعنى عبدالله ابن مسعودؓ وكان رضى الله عنه قد اعطى حظا عظيما فى تجويد القرآن وتحقيقه وترتيله كما انزل الله تعالى وناهيك برجل احب النبى صلى الله عليه وسلم ان يسمع القرآن منه ولما قرأ ابكى رسول الله صلى الله عليه وسلم كما ثبت فى الصحيحين وروينا بسند صحيح الى عثمان الهذلى قال صلى بنا ابن مسعود المغرب بقل هو الله ولوددت

انه قرأ بسورة البقرة من حسن صوته وترتيله وبعد دو ورق در تجويد ضاد نوشته والضاد
انفرد بالاستطالة وليس فى الحروف ما يعسر على اللسان مثله فان السنة الناس فيه
مختلفة وقل من يحسنه فمنهم من يخرجه ظاء معجمة ومنهم من يمزجه بالدال
ومنهم من يجعله لاما ومنهم من يخرجه طاء ومنهم من يشبه الزاء وكل ذلك لا يجوز
والحديث المشهور على السنة الناس انا افصح من نطق بالضاد ولا اصل له
ولا يصح فليحذر من قلبه الظاء ولا سيما فيما يشتبه بلفظ نحو ضل من تدعون يشتبه
بقوله ظل وجهه مسودا فليعمل الرياضة فى احكام لفظه خصوصا اذا جاوره
ظاء نحو انقض ظهرك يعض الظالم او حرف مفخم نحو ارض الله او حرف يجانس ما
يشتبه نحو الارض ذهبا وكذا اذا سكن واتى بعده حرف اطباق نحو فمن اضطر او غيره
نحو افضتم وخضتم واخفض جناحك وفى تضليل انتهى اب ہم بعد نقل سند اپنے سب
دعووں کے حال سوال وجواب اشتہار کا لکھتے ہین اول یہ کہ سوال مین جو یہ لکھا ہے کہ وہ لوگ کسی مسئلہ کو
کتاب وسنت کے موافق نہین مانتے صرف حنفیونکی کتابون کا حوالہ دو مسائل حنفیونکی کتابون کا حوالہ مانگنا
مجیب نے کتب شافعیہ کو جواب مین کیون داخل کیا دوسرے اس فقرہ سے سمجھا جاتا ہے کہ سائل
کے نزدیک ضاد کو مشابہ ظاء کے یا عین ظاء پڑھنے کی کوئی دلیل قرآن وحدیث سے موجود ہے
پر اہل سنت اوسکو نہین مانتے سو ہم کہتے ہین کہ تم جواز تشابہ یا عین ظاء پڑھنے کی دلیل قرآن وحدیث سے
پیش کرو کبھی نہ ملے گی یہ پیش بندی اس غرض سے کی ہے کہ تا عوام سمجھین کہ انکے پاس دلیل قرآن وحدیث سے
تشابہ یا عین ظاء پڑھنے کی ہے پر ہم بسبب انکے نہ ماننے کے انکا ذکر نہین کرتے یہ بھی انکا بڑا فریب ہے
کہ بلا دلیل اپنے دعوے پر خصم کی کتابون کا گلا مروڑ کے اپنے مطلب پر دلیل لاتے ہین انکے پاس اپنے
مطلب پر کوئی دلیل سوائے فریب اور دھوکا دہی کے نہین پس جب انکے پاس کوئی دلیل قرآن وحدیث سے
جواز تشابہ پر نہین ہے تو انکے سوال وجواب اشتہار کے باطل کرنیکو یہی کافی ہے کہ جو بات قرآن وحدیث سے
ثابت نہین ہے اوسکے جواز کا فتوی دیکر عوام کو گمراہ کرتے ہین قولہ آج کل کے علما کا فتوی آہ

بلکہ اپنی بلا دلیل قرآن وحدیث کے جواز نماز غلط خوان قرآن کا فتویٰ دیا ہے آیا یہ ہے کہ تم غیر مقلد جو جواز
غلط خوانی پہ اور ترک تعلم پر مصر ہو اسی واسطے جواز نماز کا مطلقاً فتویٰ دیتے ہو **قوله** قال فی فتح القدیر الخ
نقل اس قول کی تطویل لاطائل ہے کوئی فائدہ سوال کے جواب مین نہین دیتا مگر بحکم المعنیٰ فی بطن الشاعر
کوئی فائدہ ذہن مجیب مین شاید ہو اور مجیب نے بھی کسی مجتہد مطلق کا قول نہین نقل کیا عبارات کتب دیکھی دکھائی بابنہم
خود لکھی ہین وہ کب معتبر ہو سکتی ہین **قوله** پس جو لوگ **ضاد** کو مشابہ ظا کے پڑھنے سے الیٰ آخر
قول رد المحتار ہے تمنے سند معتبر کتابیہ معتبر نہ شرکی دی جسکا مصنف اہل سنت شافعی مذہب محدث امام
لغت ہے تمنے اپنی کون سی سند دی ہے اور قاضی خان اور رد المحتار وغیرہ سے جو تمنے قاعدہ کلیہ
عسیر التمیز ویسیر التمیز کا لکھا ہے سو یہ قضیہ کلیہ نہین بلکہ مخصوص باشخاص واوقات واحوال ہے اسواسطے
کہ خود قاضی خان وغیرہ نے بعض جزئیات مخالف الحکم اس کلیہ کے لکھے ہین جیسا کہ لکھا ہے وَالْعَادِیٰتِ
ضَبْحًا کو بظا یا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ کو بظا پڑھیگا تو نماز فاسد ہو جاوے گی پس معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ
قاضی خان کے نزدیک بھی کلیہ نہین ہے ان مواقع مین تصریح فساد کی سب کے واسطے ہوگی اور یہ قاعدہ
مخصوص ہوا ساتھ جزئیات مصرحۃ الفساد کے اور مخصوص ہوا واسطے امی کے تا وقت تصحیح قرآن کے
اور معذور کے جسکی زبان قبل التعلم و بعد التعلم مطاوعت نکرے اور ساتھ مفقود الاستاذ کے تا ادراک
اوستاذ اور سوائے ان تین مقامہ کے اور سب مقامات مانند جزئیات مخصوصہ مصرحۃ الفساد کے اس
قاعدہ سے خارج ہین اور مصداق اس کلیہ کا ایک تو امی تا وقت تعلم و تصحیح دوسرے عاجز او معذور قبل
تعلم یا بعد تعلم اگر اونکی زبان قابو مین نہ آوے تیسرے وہ امی جسکو اوستاذ تصحیح کرانے والا میسر نہ آیا
تا وقت میسر ہونے اوستاد کے مجیب نے اس مقدمہ مخصوصہ کو جو حکم جزئیہ مین ہے کلیہ سمجھکے عوام کیواسطے
کلیہ قرار دیکر حکم جواز نماز دیکر حکم شرعی کو جو وجوب تجوید ہے باطل کیا اور تصریحات جزئیات کا بھی خیال
نکیا جو کلیہ کے پاس ہی مرقوم ہین اور تعلم تجوید کو جو اتفاقاً واجب ہے رد کر دیا اور ہمارے نزدیک
رد المحتار قابل سند نہین کیونکہ یہ محشی اکثر خرص اور تخمین پر چلتا ہے۔ اسکی نقل روایات کا تو اعتبار ہے
پر اسکے لفظ قُلْتُ مین سب جگہ ہمنے خرص و تخمین پائی ہے۔ ایک روز مین نے جناب مولانا شاہ

رفع ہونے عذر کے یہ بھی ماخوذ ہین اور عمداً قرآن اوستاد سے نہ سیکھنا اور صحیح نہ پڑھنا اور اپنے
جاہلانہ پڑھنے پر مغرور رہکر صحت قرآن کو نہ ڈھونڈھنا یہ خیانت ہے اللہ اور رسول کی اور اوسکی
کتاب اور مسلمین کی نعوذ باللہ منہ **قولہ** غرض تمام فقہاے حنفیہ ہین الخ یہ قول مجیب کا حسب تحریر
سابق غلط ہے کتب حنفیہ کی عبارات کا یہ مطلب نہین جو مجیب نے لکھا ہے کلیۃً غلط ہے جیسا کہ بیان ہوا اور
فقہاے اور قرّاء کی عبارتون کا مطلب تحذیر ہے نہ تحریض اسلیے کہ فقہا نے تو یہ روایات زلۃ القاری
مین لکھی ہین تو اونکے نزدیک یہ لحن و غلطی مسلم ہے اور جو فتوی اسجگہ دینگے اضطراری ہے اور اضطرار
انھین تین جگہ ہوتا ہے نہ اور جگہ اور قرّاء نے باب تجوید مین ہر ہر حرف کی تجرید جُدی جُدی بیان
کی ہین جب تجوید ضاد کی بیان کی تو اوسمین بہت تاکید کی ہے کہ یہ حرف خاص عرب کا ہے
اور زبان مین نہین ہے عجم کی زبان پر دشوار ہے اسکو خوب سیکھکر پڑھنے مین اہتمام کرے کہ اپنے
مخرج طویل سے مع اپنی صفات کے ادا ہو اور سستی اور غفلت نکرے تما دا بسبب عُسرت مخرج
کے کوئی اور مخرج ہو جاوے اور اسکو ہر حرف سے متمیز ادا کرے خصوصًا حرف ظا سے بہت احتیاط
کرے اور جُدی رکھے کہ اکثر صفات تفخیم و استعلا وغیرہ مین شریک ہے اور استعلا و تفخیم اسمین شترک و مشتبہ
ہین تو یہ سبب اشتراک و اشتباہ اصوات کے خبردار خبردار ادا مین غلطی نہو اور متمیز ادا ہو تو فقہا اور
قُرّاء نے اسی اشتراک اور اشتباہ کو اپنی کتب مین سبب و علت تحذیر و تخویف عدم تمیز سے کیا تھا۔
اب جُہال نے اس اشتراک و اشتباہ صفات کو سبب و علت تحریض و ترغیب کی کرلی کہ یہ دونون جو مشابہ
ہین باہم ایک کی جگہ دوسرا پڑھنا ضرور رہا ہے خلقت کو عوام نے بہکاکے گمراہ کردیا تحذیر کو جُہال نے
اولٹکے تحریض کرلیا عبارات کتب کو نہین دیکھا کہ اونکا مطلب کیا ہے اٹکل پچو جو چاہے معنی گڑھ لیے
اور عوام کو بہکادیا اور یہی خلط و خبط مجیب نے کیا ہے عجیب تر یہ ہے کہ مُجیب نے تشابہ کو حقیقت ضاد
سمجھا ہے اور یہ نہین سمجھا کہ حروف مقولہ کیف سے ہین نہ مقولا اضافہ سے اور اسکی زیادہ تحقیق رسالہ
محو الفساد مین لکھی جا چکی ہے اگر دل چاہے تو اوسے دیکھ لو اور حقیقت واقعیہ نفس الامریہ کو اضافی
ٹھیرایا ہے یہ مقدمہ بھی انکی خوش فہمی کی دلیل واضح ہے ہم تو ضاد کو اور حروف سے مختلف الحقیقۃ

یا مختلف التشخص کہتے ہین اسجگہ ظاء اور دال دونون برابر غلط ہین ہم دال پڑہنے کوکب صحیح کہتے ہین۔
جو سائل نے دال کو ظاء کے مقابلہ مین لکھا ہے اور حاشیہ جہد المقل مجہول کا کیا اعتبار ہے اور پھر بھی
تشابہ سبب تحذیر کا ہے نہ تحریض وخلافہ مکابرۃً اور غلط فہمی سے جتنی روایات لاؤگے ہمنے سبکا
محمل بتادیا کہ غلط خوان معذور ہے والا مصر خائن کتاب اللہ ہے سندمین پہلے گذرچکا اور عبارت
محتمل المعانی رسائل کی تصریحات کے مقابل حجت نہین ہوسکتی اور مجیب جگہ جگہ تشبیہ تشبیہ پکارتا ہے
تنزیہ سے تشبیہ مین پڑگیا ہے تشبیہ اضافی واعتباری ہے واقعی نفس الامری نہین ہوسکتی اور کوئی
بات قابلِ التفات نہین فقط واللہ اعلم بالصواب تحریر ۲۶ ؍ صفر المظفر ۱۳۱۰ھ ہجری قدسی۔

فذلکۃ الکل خلاصہ سؤال

ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے سے جو بعض علماء فساد نماز کا حکم دیتے ہین صحیح ہے یا غلط اسکا جواب کتب
حنفیہ سے دو۔ کہ یہ لوگ قرآن وحدیث کے موافق مسئلہ کو نہین مانتے اسمین سائل نے حنفیہ کو منکر قرآن
وحدیث کہکر کافر ٹھیرایا ہے اور پردے مین دعوی کیا ہے کہ ہمارے پاس قرآن وحدیث سے
ضاد کے جگہ ظاء پڑھنے کے جواز کی دلیل ہے۔ پر ہم ان لوگون کے نہ ماننے کی وجہ سے بیان نہین کرسکتے

خلاصہ جواب مشتہر

ضاد کی جگہ ظاء پڑھنا نماز مین جائز ہے کہ جسکو مجیب نے چند قواعد وروایات فقہیہ حنفیہ سے
بیان کیا ہے کہ ضاد مشابہ ظاء کے ہے متعسر التمیز ایک کی جگہ دوسرے کو نماز مین پڑھنا جائز
ہے اور تشابہ کے پردہ مین عین ظاء پڑھنے کو جائز کردیا

خلاصہ جوابِ مشتہریہ ہے

کہ نقلِ روایاتِ اشتہار سب بیجا ہین بعض بغرض اظہار اپنی سیرکتب کے بیفائدہ محض ہین اور بعض روایات
ایسی ہین جو امّی اور معذور اور فاقد الاستاذ کے حق مین ہین مجیب نے دہوکے سے ان روایات کو

مطلق و عام کرکے خلقت کو گمراہ کیا ہے اور تشبیہ کا لفظ جو کتب فقہ و قرارت مین تحذیر و تخویف کیواسطے آیا تھا اوسکو سبب و علت تحریض و جواز کرلیا اور جہال کو دھوکا دیا تفصیل اسکی یہ ہے کہ بعد ضاد اور ظاء کو مفسدون نے چند وجوہ سے ذریعہ فریب کیا ہے ایک یہ کہ کتب فقہ و قرارت مین تحذیر کیواسطے لفظ تشابہ اور تشبیہ کا واقع ہوا ہے یعنی تجوید ضاد مین لکھا ہے کہ ضاد کو سب حرفون سے تمیز ادا کرو خصوصًا ظاء سے اسواسطے کہ ضاد اور ظاء کو شرکت صفت اطباق و تفخیم و استعلا مین ہے. یہ صفتین ایسی ہین کہ ادا مین اور سب صفاتِ ممیزہ کو مغلوب و مخفی کردیتی ہین ایسا نہو کہ قاری غفلت کرکے انکے تشابہ باہمی مین دھوکا کھا کر ضاد کو غیر تمیز ادا کرے لہٰذا ہوشیار ہوکر اور عدم تمیز سے ڈر کر اس حرف کو خوب اپنے مخرج سے ممیز ادا کرے ایسا نہو کہ تشابہ و شرکت صفات سے غیر متمیز و غلط ادا ہو اور لحن محرم ہوجاوے اب اس تحذیر کو اپنی خوش فہمی اور ذکا سے تحریض و ترغیب کر ڈالا اور ضاد کو جو حقیقت واقعی رکھتا تھا اوسکو اضافی اور اعتباری کردیا یعنی اوسکی حقیقت تشابہ ٹھیرادی **دوسری وجہ** یہ کہ عبارات کتب فقہ کو جو معذورین کے حق مین وارد ہین اونکو بے عذرون اور کاہلون اور کسالی سکے اوپر محمول کرکے فتوی جواز نماز غلط خوان کا عمومًا دیدیا اور ان عبارات کا تاویل سے گلا مروڑا پھر اونکا محل اور مقام بدلا اور پھر حکم جواز نماز کا دیدیا اور دلیل تبدیل محل کی یہ ہے کہ ان عبارات کو فقہاے زلۃ القاری و غلط خوان معذورین کے حق مین لاتے ہین اگر یہ روایات معذورونکے حق مین نہین ہوتین تو ان روایات متعلقہ قرارت کو باب القرارت فی الصلوٰۃ مین لاتے نہ زلۃ القاری مین ایسے فرق عظیم کو بھی یہ جاہل نہ سمجھین تو بجز مکابرہ و جدال کے اور کچھ نہین پھر انکے اس فریب کو اون لوگون نے جو آرام طلب ہین اور مشقت دین کا تحمل نہین کرسکتے دین کے عزائم کو چھوڑکر رخص کے خواہان ہین اور قرآن کے حقوق ماموره سے جاہل ہین۔ یا بدبختی کہ آمادہ ہوکے ہین نفس امارہ بہانہ جو کی موافقت سے اس آسانی کو قبول کرکے جوق جوق نے اسکو قبول کیا اور خدمت تصحیح قرآن سے اعراض کیا اور کروایا اور مشقت دین سے آرام پایا اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ

فقط	کتبہ محمد عبد الرحمن عفی عنہ انصاری پانی پتی۔

علیہ السلام نے اوسی بنیاد پر یہ عمارت کعبہ بنائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین بھی اوسکی تعمیر
ہوئی عبد اللہ بن زبیرؓ اور حجاج بن یوسف وغیرہما نے بھی اوسکی تعمیر کی مگر وہ خلاے متوہم بدستور
قائم ہے اسی طرح مساجد تمام زمین کا حکم ہے کہ جب کسی عرصہ زمین کو وقف کرکے نیاز خدا کر دیتے ہین
تو وہ زمین سطح زمین سے آسمان تک اوسکی محاذی مسجد کا حکم پیدا کرلیتی ہے اور اوس مقام پر عبادت کرنا
نہایت فضیلت اور بزرگی رکھتا ہے بہ نسبت اور زمین کے اگرچہ واسطے جواز نماز کے ساری زمین برابر
ہے مگر یہ مقام بسبب نسبت خدا کے سب مقامون سے افضل و بزرگ ہوجاتا ہے بحکم آیات
قرآنی اور عمارات مساجد کو مسجد ہونے مین کچھ دخل نہین اگر کسی شخص نے ایک زمین کو خدا کے واسطے
مسجد اور وقف کر دیا تو اوسمین ثواب نماز مسجد کا ثابت ہوگیا عمارت ہو یا نہو اگر کسی شخص نے کسی بنی
دُکان اور اپنا مکان بناکے بالاے سقف مسجد بنائی تو وہ مسجد نہوگی اور اوسمین ثواب نماز مسجد کا نہ ملیگا
مگر یہ کہ مسجد کی کسی مصلحت کیواسطے کوئی حجرہ یا مکان مسجد کے نیچے بنایا ہے نہ واسطے انتفاع کرایہ کے
تو جائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسجد جب ہوتی ہے کہ جب زمین سے آسمان تک اوسکے درمیان کو
واسطے عبادت خدا کے کردیا ہو لیکن عمارت کعبہ کے بعض فوائد سے بیان جہات اربعہ خلاے متوہم کا
جو اصلی قبلہ ہے اور نیز اسواسطے بھی عمارت بناے کعبہ ہے کہ عوام کے قلوب منزہ عن الجہات کی
عبادت کے وقت ایک ہی طرف متوجہ رہین اور فوائد عمارت مصلات سے یہ ہے کہ وقت تحیر بوجہ
ظلمت وغیرہ کے جہت کعبہ معلوم ہوجاوے اور نیز بیان اس امر کا کہ اس مقام عمارت مصلاے سے
وہ صحن کعبہ شروع ہوتا ہے جو اصل صحن کعبہ سے کہ جو حضرت سرور کائنات کے زمانہ مین تھا زاید
ہوا ہے اور بناے مساجد تمام زمین مین فائدہ عمارت کا بیان جہت کعبہ کے ہے اور بناے جہت
یمین ویسار کا کہین ہوتا ہے کہین نہین اب حال کعبہ کا یہ ہے کہ صحن کعبہ کا چارون طرف آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین فقط مطاف تھا پھر آہستہ آہستہ مکانات گردوپیش کے مسلمانون نے
وقف کرکے صحن مین ملادیے چنانچہ مصلات اربعہ سب خارج مطاف سے ہین کہ جو زمانون مختلفہ مین
بڑھتے بڑھتے اکثر مکانات حرم مسجد مین داخل ہوگئے سواے مطاف کے اور سب اطراف

ٹھہرا رکھے ہین کہ ہر مذہب کے موافق جواز نماز کی رعایت رکھین تو وہ گمان بھی باطل ہے اور اس
صورت مین تقاعد کسی مذہب والے کی جماعت سے بہتر ہوا اور جماعت امام مخالف سے بیٹھ رہنا
بعض جہال متعصبین کا قابل طعن اور استدلال کے نہین کہ جہال متعصبین ہر فرقہ کی بحث سے خارج
ہین لہذا ہمارے نزدیک یہ مصلّات اربعہ مانند اور مساجد تمام روے زمین کی ہر ایک مجدد مثل
مسجد ہے کہ جو حوالئ کعبہ کے بنائی گئی ہے پس اگر زید نے ان خلاے متوہم کو بدعت لکھا ہے
تو یہ بدیہی البطلان ہے اور اگر اس عمارت کو لکھا ہے تو بھی اوسکا حکم اور مساجد روے زمین کا سا
ہے اور ان مصلات کا حنفی - شافعی - مالکی - حنبلی - نام رکھنا واسطے تمیز
ہر جہت کے ہے کسی جہت کو کسی امام سے خصوصیت نہین اور جیسا کہ تعدد جماعت کا تمام روے زمین
مساجد متعددہ مین جائز ہے اوسی طرح یہان بھی مساجد مختلفہ مین اور مصلّات اربعہ کے مساجد
مختلف ہونیکی وجہ اور چند مسائل سے بھی معلوم ہوتے ہین کہ جنمین سے مسئلہ تقدم و تاخر مقتدی
عن الامام ہے - فقط واللہ اعلم بالصواب

	العبد محمد عبد الرحمن عفی عنہ بقلم عبید السلام عفی عنہ انصاری پانی پتی ۱ محرم یوم شنبہ ۱۳۱۳ھ	

حضرت شیخنا و اوستاذنا مولانا قاری صاحب دام برکاتہم نے نسبت صحت تعمیر مصلّات اربعہ بعد تمہید
مقدمہ جو جواب باصواب تحریر فرمایا ہے وہ اس باب مین کافی ہے بلا شبہ حرم شریف مین مکانات
یا مصلّات اربعہ کا ہونا جسمین مصلّین کو آرام ملے اور اسی طرح دیگر مساجد مین دالان وغیرہ کو اسی
فائدہ کی نیت سے بنانا ماتحت آیہ کریمہ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ الخ کے داخل
اور موجب راحت عاجل اور ثواب آجل ہے مولانا محمد ایوب محدث پشاوری نے اپنی بعض
تحریرات مین جو مناسب تقریر بابت مصلات اربعہ تحریر فرمائی ہے وہ بجنسہ نقل کیجاتی ہے

ونعل الاصل فى الاقتاء بجواز اتخاذ المقام والمصلى بقرب البيت المعلى الخارج
المطاف على ما مشي عليه القاضي ابو البقاء وغيره من العلماء النبلاء الذين يقتدى
بهم فى الاقتاء ما رواه الشيخان فى صحيحيهما عن عمر بن الخطاب قال قلت يا رسول الله
لو اتخذت مقام ابراهيم مصلى فنزلت واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى موضع صلوة
يصلون فيه كذا فى المدارك وقال العلامة ابو سعود فى تفسيره الخطاب له
عليه السلام ولامته والامر للاستحباب وقال الخازن فى تفسيره الصحيح ان مقام
ابراهيم هو الحجر الذى يصلى عنده الائمة ثم لما افترقت الفرقة الناجية الملقبة
باهل السنة والجماعة على اربعة مذاهب وظهر فيهم اختلاف كثير فى الاحكام
العملية سيما فى باب الصلوة التى من حقها ان تؤدى بالجماعة حتى ان الحنفية
اشترطوا لصحة الاقتداء بالشافعية امورا متعددة مذكورة فى كتب الفقه وكذا
قال الشافعى وغيره من المالكية والحنبلية فتمكن فى صحة اقتداء كل واحد
من الفرق الاربعة بمن خالفهم فى المذهب شبهة قوية وكان المسجد الحرام المحيط
ببيت الملك العلام بمنزلة اربعة مساجد بعدد جهات الكعبة كما اشير اليه فى قوله
تعالى وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا الاية
يعنى مشركى مكة منعوا المسلمين من الذكر فى المسجد الحرام كذا فى التفسير
الوسيط للامام الواحدى واخرج ابن ابى حاتم فى تفسيره عن ابن عباس ان قريشا
لما منعوا النبى صلى الله عليه وسلم عن الصلوة عند الكعبة فى المسجد الحرام فانزل الله
هذه الاية كذا فى اسباب النزول للسيوطى وقال العلامة على القارى
فى المعول فى فضيلة الصف الاول ما لفظه سماه الله مساجد بصيغة الجمع
لان جهات الاربعة بمنزلة المساجد حول الكعبة المعظمة انتهى فاختار
كل فرقة من تلك الفرق الاربعة المذكورة جانبا معينا من جوانب الكعبة

فاتخذ وا من اربعة جوانب مصلى علحدة يصلى فيه امام كل مذهب بمن يوافقه فى المذهب فيصح الاقتداء به بلا شبهة ولعل هذا هو المصلحة فى تعدد المصلى فى المسجد الحرام الذى بمنزلة المساجد الاربعة حول الكعبة ثم انحصر تبو الجماعات فى تلك المقامات ولم يوم الائمة الاربعة معًا لان المسجد الحرام وان كان فى حكم المساجد الا انه مسجد واحد فى الحقيقة ومن المقر عند الفقهاء ان تعدد الجماعات معا مكروه فى مسجد واحد وان لم يكن له اهل معين واذا لم يكن الجماعة على الهيئة الاولى لا تكره وهو الصحيح المنقول عن الامام ابى يوسف كما فى آخر شرح المنية وبالعدول عن المحراب يختلف الهيئة كما فى بزازية انتهى وفى هذا الكفاية لمن له دراية والله اعلم

كتبه العبد العاصى
مشتاق احمد حنفى عفى عنه
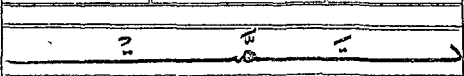
تمت

خاتمۂ فیوض رحمانی

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں زمان فرحت آوان کتاب فیض انتساب المسمّٰی بفیوض رحمانی کہ در تحقیق مسئلہ خواندن بسم اللہ الرحمن الرحیم مع سورہ بوقت خواندن قرآن شریف در تراویح و در تحقیق رد مذہب غیر مقلدین دربارہ خواندن ضاد مشابہ بظا معجمہ است احسن وجوہ در مطبع قومی پریس محلہ ٹپکاپور واقع کانپور باہتمام کمترین محمد قمر الدین بن حاجی محمد یعقوب صاحب مرحوم و مغفور مالک مطبع احمدی ثبتہ اللہ علی الدین المتین بصارت نزاجتم نظارگیان گردید خداوند تعالیٰ مترجم علام محمد عبد السلام را اجر جزیل عطا فرماید و حضرت محدث کامل مفسر فاضل جامع الطریقۃ والحقیقۃ قاری محمد عبد الرحمن صاحب مرحوم و مغفور را در جوار خود جا دہد بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم الی یوم الدین